مقالات

کتب سماوی پر ایک نظر

کتب ہنود

(۱۴)

از جناب ذوقی شاہ صاحب

تمہید | دنیا میں دو ہی قسم کے لوگ بستے ہیں۔ ایک وہ جو خدا کے قائل ہیں، خدا کو خدا سمجھتے ہیں اور اس کی خدائی کو تسلیم کرتے ہیں، گو اس کے اسما و صفات کی تفہیم میں اُن کے درمیان اختلافات ہوں۔ اور دوسرے وہ جو خدا کے وجود کا اپنے کو قائل نہیں بتلاتے اور اپنے لامذہب ملحد، دہریہ ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ یورپ میں آجکل ایک گروہ ایسا بھی ہے جو خدا کا نہ تو قائل ہے نہ منکر۔ مذبذبین بین ذٰلک وہ کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ خدا ہو مگر ہمارے نزدیک ابھی تک اس کا ہونا ثابت نہیں ہوا گو اس کے نہ ہونے کی کوئی قطعی دلیل بھی ہمارے ہاتھ نہیں آئی۔ بہرحال ہمارے مقاصد کے لیے اس گروہ کا شمول بھی خدا کے نہ ماننے والوں میں ہے اور باشندگان ارض کو بالآخر دو ہی گروہوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔

(۱) خدا کے ماننے والے اور (۲) خدا کو نہ ماننے والے۔

ہمارے ان مضامین سے ان لوگوں کو کوئی تعلق نہیں ہو سکتا جو خدا کو نہیں مانتے جب وہ خدا ہی کے قائل نہیں تو خدا کی بھیجی ہوئی کتابوں، خدا کے مبعوث کیے ہوئے پیغمبروں اور خدا کی عطا کردہ ہدایت سے انہیں

کیا سروکار ہو سکتا ہے، مذہب کی تفہیم و تنقید اور مذاہب کے تقابل باہمی کا نہ انھیں کوئی منصب ہے نہ ان میں کوئی صلاحیت ہو سکتی ہے۔ ان کی مثال اس اجنبی اور ناواقف شخص کی سی ہے جو کسی ملک میں ابھی داخل ہی نہیں ہوا بلکہ اس ملک کے وجود ہی سے اُسے انکار ہے۔ بھلا ایسا شخص اس ملک کے مختلف شہروں کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے اور ان شہروں کے متعلق کیا رائے قائم کر سکتا ہے اور اگر کوئی رائے پیش کرے بھی تو اس کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ مذاہب مختلفہ میں صحیح موازنہ وہی کر سکتا ہے جو خدا کو خدا ہونے کی حیثیت سے مانتا ہو اور اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہو کہ خدا اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے پیغمبروں کو مبعوث فرماتا ہے اور ان کے ذریعہ سے کتابیں نازل فرماتا ہے جن میں ہدایت اور رہنمائی ہوتی ہے۔

اس سلسلہ کا عنوان یعنے "کتب سماوی پر ایک نظر" ظاہر کرتا ہے کہ ان مضامین کا لکھنے والا یا ان سے دلچسپی رکھنے والا لامذہب سے متعلق نہیں ہو سکتا۔ کتب سماوی کے سماوی ہونے کا اعتراف ہی مستلزم ایمان باللہ و نزول ہدایت من اللہ ہے چنانچہ اس سلسلہ مضامین کے آغاز ہی میں مضمون نمبر ۱ کی ابتدا جن الفاظ سے ہوئی تھی وہ ناظرین کی یاد تازہ کرنے کی غرض سے ذیل میں دہرائے جاتے ہیں:۔

"دہریت اور لامذہبی کے اس دور تاریک میں اللہ کے فضل و کرم سے اب بھی ایسے لوگ اس دنیا میں بکثرت موجود ہیں جو ہستی حق تعالیٰ کے 'قائل'، ضرورت مذہب کے 'معترف'، اور کتب سماوی کے منزل من اللہ ہونے کے معتقد ہیں، مگر اس طبقۂ مذہبی کے وہ لوگ جو اپنے آبائی یا ملکی مذہب کی رسمًا یا تقلیدًا گو ان کی پابندی پر قانع رہنا پسند نہیں کرتے بلکہ ذاتی تحقیقات سے مذاہب مختلفہ کا مطالعہ و مقابلہ کر کے مذہب حق کی تلاش کے درپے رہتے ہیں اس تحقیقات کی اشد ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ جن صحف سماوی کو منزل من اللہ ہونے کا دعویٰ ہے وہ اپنے دعوی میں کس حد تک صادق ہیں۔ اس تحقیقات کے لیے عقل سلیم مندرجۂ ذیل امور قابل غور قرار دیتی ہے:۔

۱۔ جس کتاب کو منزل من اللہ ہونے کا دعویٰ ہے وہ حقیقت میں منزل من اللہ ہے بھی یا نہیں؟

اگر ہے تو اس کی صورت وکیفیتِ نزول کیا تھی اور وہ کب اور کس پر نازل ہوئی۔

۲- آج بھی وہ اپنی اصلی اور ابتدائی صورت میں محفوظ ہے یا اس میں لوگوں کی جانب سے ترمیمات وتنسیخات وتغییرات وتبدیلات وتحریفات لفظی ومعنوی نے دخل پاکر کلام اصلی کی صورت کو بدل ڈالا ہے؟

۳- آیا اس کتاب کی تعلیمات سے بھی اس کے منزل من اللہ ہونے کی تائید ہوتی ہے اور وہ تعلیمات واضح، صاف، اور بنی نوع انسان کے لیے مفید اور کافی بھی ہیں یا نہیں؟"

تمہید منقولہ بالا سے ناظرین کو یاد آگیا ہوگا کہ یہ مضامین مذہبی طبقہ ہی سے متعلق ہیں اور دلدادگان مذہب ہی کے لیے انہیں لکھا گیا ہے۔ جو لوگ مذہب سے بےتعلق ہیں ان کی رسائی سے یہ مضامین بہت دور ہیں

جب اس بات کو سمجھ لیا گیا کہ مذاہب کے اصول وفروع اور ان کی تعلیمات وہدایات کی باریکیوں میں وہی جا سکتا ہے جو اللہ پر ایمان لایا ہو، مذہبیت کا معترف ہو، اور ہدایت من اللہ کی صداقت کا فی نفسہٖ مقر ہو تو اب اس بات کو بھی سمجھ لینا چاہیے کہ نہایت ضروری ہے کہ ایسا شخص مذاہب سماوی میں سے خاص طور پر کسی نہ کسی مذہب کا پابند ہو اور اس مذہب کے اندر کھڑے ہو کر اپنی تحقیقات کو شروع کرے۔ اگر تحقیقی طور پر نہیں تو تقلیدی طور پر ہی کسی مذہب میں داخل ہو کیونکہ اس میں اس کے لیے بڑی آسانی ہوگی اور اپنے مذہب کی تقلیدی پابندی بھی آگے چل کر تحقیقی رنگ اختیار کر لے گی اور اس پر منکشف ہو جائیگا کہ تحقیق کی نظر سے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اس کے مذہب کو کیا مرتبہ حاصل ہے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو اس کی تحقیقات ناقص رہے گی۔ اوپر ہی کی پیش کردہ مثال کو پھر لیجیے جو شخص کسی ملک (ملک مذاہب مختلفہ) میں داخل ہو چکا ہے وہ اس ملک کے مختلف شہروں (مذاہب) کی سیر وتفتیش کے لیے محتاج ہے کہ کسی شہر میں داخل ہو کر اپنا کام شروع کرے اور ایک شہر سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کی جانب رخ کرے۔ جنگل اور پہاڑوں میں سرگرداں رہنے سے وہ شہروں میں تقابل وموازنہ ہرگز نہ کر سکے گا۔

ہم نے ان مضامین میں اب تک جو نگاہ کتب سماوی پر ڈالی ہے وہ حدود اسلام میں مقید ہو کر

ڈالی ہے اور اسی کو ہمنے اس مطلب کے لیے اس وقت تک مفید ترین روش پایا ہے۔ اس نے ہمارے کام کو بہت آسان کر دیا بہت سے جھگڑوں سے ہمیں بچا لیا۔ ہمارے لیے ایک سیدھا اور آسان راستہ مہیا کر دیا اور جن کتب سماوی پر ہم اب تک نظر ڈال چکے ہیں ان کے ماننے والوں اور متبعین کی دل آزاری سے ہم بڑی حد تک بچے رہے۔ کسی دوسرے مذہب میں کھڑے ہو کر ہمارے لیے اتنی آسانیاں کسی طرح مہیا نہ ہو سکتیں بلکہ اندیشہ تھا کہ ہمارا قدم ضروری زمین کو طے ہی نہ کرنے پاتا اور کام ناتمام و ناقص رہ جاتا۔ مثلاً اگر ہم موجودہ مروجہ یہودیت میں کھڑے ہو کر اس کام کو شروع کرتے تو ہمیں اس مذہب کے شرائط ادا کرنے کے لیے لازمی تھا کہ انجیل اور قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کا ہم محض یہودی ہونے کی بنا پر ابتدا ہی میں انکار کر بیٹھتے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو ہمیں بنی اسرائیل ہی میں مقید و محدود سمجھ لینا پڑتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ تحقیقات کے میدان میں ہم ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکتے۔ یا مثلاً مروجہ عیسائیت کے دائرہ میں کھڑے ہو کر ہمیں دوسری کتابوں پر نظر ڈالنی پڑتی تو یا تو ہم شروع ہی سے قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کا انکار کر دیتے یا پھر اس عیسائیت سے دست بردار ہو کر کسی اور جانب رخ کرنے پر مجبور ہوتے۔ اسلام نے ہمارے لیے یہ آسانی مہیا کر دی کہ ابتدا ہی سے ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت اور داؤد علیہ السلام پر زبور اور عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کا اللہ کی جانب سے نازل ہونا تسلیم کر لیا اور ہمارے لیے صرف یہ دیکھنا باقی رہ گیا کہ جس صورت میں توریت و زبور و انجیل آج ہم اپنے سامنے پاتے ہیں آیا یہ وہی صورت ہے جس میں متذکرہ بالا انبیاء علیہم السلام پر یہ کتابیں نازل ہوئی تھیں۔

اگر دہریہ اور ملحد اور لامذہب ہونے کی حیثیت سے ان کتابوں پر نظر ڈالی جاتی تو سب سے پہلے تو خدا کے وجود ہی پر بحث کرنے کی ضرورت پیش آتی اور یہ بحث سینکڑوں بلکہ ہزاروں صفحات کو سیاہ کرنے کے بعد بھی تشنہ ہی رہتی بہر نوع اس بحث کے بعد بھی کسی کے نزدیک خدا کا وجود ثابت نہ ہوتا تو افعال الٰہی اور ہدایت الٰہی کی بحث ہی اس کے نقطۂ نظر سے اس کے لیے تضیع اوقات کا باعث ہوتی۔ خدا

وجود تسلیم کر لینے والوں کے لیے پھر اس بحث کی ضرورت ہوتی کہ موسیٰ و داؤد و عیسیٰ علیہم السلام پیغمبر بھی تھے یا نہیں اور ان پر کوئی کتاب نازل بھی ہوئی تھی۔ ان مراحل کے طے کرنے کے بعد کہیں موجودہ موضوع پر بحث کی نوبت آتی۔

قطع نظر دہریت کے اگر کسی ایسے مذہب میں داخل ہو کر یہ بحث کی جاتی جس میں متذکرہ بالا انبیاء پر ایمان لانا جزو مذہب نہ ہوتا تو اس صورت میں بھی تقریباً وہی دقتیں پیش آتیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔ اسلام نے ان تمام دقتوں سے ہمیں بچا لیا اور ہماری سمجھ میں یہ بات بھی اچھی طرح سے آگئی کہ جس طرح ایک لامذہب شخص مختلف مذاہب میں مقابلہ و موازنہ کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا اسی طرح کوئی شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب میں مقید رہ کر بھی تحقیقات مذاہب کے کام کو کما حقہٗ انجام نہیں دے سکتا اسلام نے ایک ایسا معیار ہمیں دے رکھا ہے جس کی مدد سے ہم نہ صرف اسلام کو بلکہ دیگر مذاہب کو بھی، نہ صرف قرآن کو بلکہ دیگر صحف سماوی کو بھی اچھی طرح سے جانچ سکتے ہیں پرکھ سکتے ہیں، اور ان میں باہمی موازنہ کر سکتے ہیں۔ اس سے بہتر معیار اس وقت تک ہمارے ہاتھ نہیں آیا۔

یورپ کے محققین جس معیار سے مذاہب پر تنقید کرتے ہیں وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں کسی مذہبی گروہ کو اس سے اتفاق نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنی محدود عقل کے سکڑے ہوئے بالشت سے فضائے قدس کی عظیم الشان وسعت کی پیمایش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چند ٹھوکریں کھانے کے بعد وہ اپنے نظریوں اور اپنی تحقیقات سے بھی منحرف ہو جاتے ہیں۔ اس موقع پر اس مسئلہ کی بھی کسی قدر توضیح کی ہم ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

بنی نوع انسان کے دنیا میں عروج و نزول کے متعلق بس دو ہی نظریے ہو سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ انسان اس دنیا میں اعلیٰ حالت لے کر آیا پھر اس نے بتدریج ادنیٰ حالت کی جانب تنزل کیا۔ اس کے بعد پھر وہ اپنی قدیم اصلی اور اعلیٰ حالت کی جانب کو شاں ہو رہا ہے۔

دوسرا یہ کہ انسان کی ابتدائی حالت ادنیٰ طبقہ کے جانوروں کی حالت سے مشابہ تھی، ترقی کی ارتقائی منزلیں طے کرتے کرتے وہ ایک مدت دراز میں اپنی موجودہ حالت تک پہنچا اور آگے بڑھتا چلا جارہا ہے۔

پہلا نظریہ مسلمات مذہبی پر مبنی ہے اور دوسرا نظریہ محققین یورپ کے ظنیات پر۔ یہ ظنیات تاریخ عالم کے متعلق ناقص و ناتمام معلومات کی کوتاہیوں کی خانہ پری کی غرض سے وجود میں لائے گئے۔ یورپ نے عام طور پر پہلے نظریے کو ابھی تک قبول نہیں کیا۔ اس کی جملہ مذہبی اور تمدنی "تحقیقات" اور تاریخ عالم کے متعلق اس کی جملہ قیاس آرائیاں دوسرے نظریے ہی پر مبنی ہیں۔ اس نظریے میں خدائے برتر کا کہیں وجود نہیں صرف خدائے ظنی کے وجود کو تسلیم کیا گیا ہے اور اسے بھی وحشیوں کے تخیل کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انسان ابتدا میں وحشی تھا۔ جانوروں کی طرح جنگل میں اور پہاڑوں کے غاروں میں رہتا تھا۔ جاہل تھا مگر حساس دل اور متاثر ہونے والا قلب رکھتا تھا۔ رات کی تاریکی، بادل کی گرج، بجلی کی چمک، دکھ درد، علالت موت سے خائف و متاثر ہوکر اس نے اپنی سمجھ کے مطابق ایک بالاتر قوت یا متعدد بالاتر قوتوں کا تخیل قائم کرلیا اور نقصانات سے محفوظ رہنے اور اپنی ضروریات کے پورا ہونے کی خواہش میں اُس قوت یا اُن قوتوں کی وہ پرستش کرنے لگا۔ جیسے جیسے اس وحشی انسان کی عقل بڑھتی گئی خداؤں دیوتاؤں کا تخیل بھی متغیر ہوتا گیا اس نظریے والوں کے نزدیک یہی تخیل پرستی جملہ مذاہب کی اصل ہے ان کے نزدیک ابھی تک اس میں اختلاف ہے کہ انسان کثرت پرستی سے وحدت پرستی کی جانب آیا یا وحدت سے کثرت کی جانب اترا۔ جرمنی کے مشہور سنسکرت دان میکس مُلر جنہوں نے رگ وید کا ترجمہ بھی کیا ہے اور زبان سنسکرت کی تاریخ بھی لکھی ہے اور انگلستان کے مشہور فلاسفر ہربرٹ اسپینسر منجملہ اُن لوگوں کے ہیں جو کہتے ہیں کہ انسان پہلے کثرت پرست، شجر پرست، اجداد پرست تھا۔ بعد میں موحد ہوا اور خدا پرست بنا اس خیال کے لوگ یورپ میں بکثرت موجود ہیں مگر وہاں اب بعض محققین ایسے بھی پیدا ہوگئے ہیں جو متذکرہ بالا خیال کی تردید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جدید ترین معلومات

کی بنا پر اور قرائن و آثار نو یافتہ کی شہادت کی رو سے بوثوق یہ بات پائی جاتی ہے کہ ابتدا میں انسان خدا پرست تھا۔ اپنی اس ابتدائی اصلی حالت سے گرتے گرتے مشرک و بت پرست و کثرت پرست ہو گیا۔ یورپ کے نقارخانے میں یہ آواز ابھی تک گونجی نہیں ہے اور وہاں کا بیشتر حصہ اپنی پرانی ہی غلطی پر اڑا ہوا ہے۔

نظریہ ارتقاء کے یہ متوالے اپنی تنقید کو ایک درمیانی منزل سے شروع کرتے ہیں۔ انسان کی تنزولی حالت کو جو کہ ایک درمیانی حالت ہے ابتدائی حالت قرار دیتے ہیں۔ پستی جہالت وحشت سے تاریخ انسانی کا آغاز کرتے ہیں مگر اس پستی سے قبل کی حالت پر سے پردہ نہیں اٹھاتے۔ صاف صاف یہ نہیں بتلاتے کہ اصلی ابتداء کب اور کیونکر اور کس حالت میں ہوئی۔ ان کا مفہوم ارتقاء اس گتھی کو کبھی نہ سلجھا سکے گا تاوقتیکہ وہ اس مفہوم کی اصلاح نہ کریں۔ دنیا میں ہر چیز محدود ہے۔ ارتقاء کا میدان عمل بھی محدود ہے محدود ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کی ایک ابتداء ہے اور ایک انتہا۔ حیوان کتنی ہی ترقی کرے حیوان ہی رہے گا۔ انسان ہرگز نہ بن سکے گا۔ انسان کتنی ہی ترقی کرے انسان ہی رہے گا۔ خدا نہ بن سکے گا۔ یہ ممکن ہے کہ انسان ادنیٰ انسانی حالت سے ترقی کر کے اعلیٰ انسانی حالت پر جا پہنچے۔ مگر اب تک علمی تجربہ یا ناقابل تردید دلائل سے یہ بات ثابت نہ ہو سکی کہ کوئی ادنیٰ کیڑا مکوڑا یا بڑا جانور یا لنگور یا بندر اپنی ذات سے کبھی کسی حالت میں بھی انسان بن گیا ہو۔ اگر نفس ارتقاء نہیں تو نوعیت و حدود ارتقاء کے متعلق تو یورپ میں بھی اب شدید اختلافات رونما ہو رہے ہیں۔ انگلستان میں تو سرے سے تخیل ارتقاء ہی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی غرض سے ایک تحریک شروع ہو گئی ہے جو ایولیوشن پروٹیسٹ موومینٹ (Evolution Protest Movcment) کے نام سے موسوم ہے۔ کیپٹن برنارڈ اکورتھ اس تحریک کے بانی ہیں۔ اس جماعت کے لوگ ثابت کر رہے ہیں کہ ارتقاء کا تخیل ہی غلط ہے اور یہ تخیل بنی نوع انسان کو گمراہ کر رہا ہے اور ہلاکت کی جانب لے جا رہا ہے۔ اس لیے یہ لوگ زور لگا رہے ہیں کہ نظریہ ارتقاء کی تعلیم علمی درسگاہوں سے

موقوف کر دی جائے ۔

حال ہی میں مخالفین ارتقاء کا ایک جلسہ لندن میں منعقد ہوا جس کے صدر انگلستان کے مسلّم اور ممتاز سائنس دان سر امبروس فلیمنگ تھے ۔ اس جلسہ کا حال اور اس کے صدر کی تقریر ۲۸ فروری ۱۹۳۵ء کے ٹائمس آف انڈیا میں شائع ہو چکی ہے ۔ سر فلیمنگ کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

بکثرت علماء علوم حیوانات اس پر متفق ہیں کہ ڈارون کا نظریہ ارتقاء پوری طرح ثابت نہیں ہوا ۔ مگر عام طور پر اس بات کو دبایا جاتا ہے اور پبلک کو غلط باور کرایا جاتا ہے کہ جملہ سائنس دان متفق ہیں کہ انسان کے مورث اعلیٰ دس لاکھ سال قبل لنگور اور بندر تھے غلط اور فرضی تصاویر کے ذریعہ انسان اور بندر کی ہڈی، اعضاء اور خون میں مماثلت بتلائی جاتی ہے لیکن طبائع و روحانیت کے اختلافات سے چشم پوشی کی جاتی ہے ۔ اس نظریہ کی رو سے انسانی قوت اور ذاتی جد وجہد ہی سب کچھ ہے ۔ قوت والے ہی ترقی کرتے ہیں اور زندہ رہتے ہیں ۔ کمزور ہلاک ہو جاتے ہیں قوت والوں کے لیے سب کچھ جائز ہے کمزوروں کو دنیا میں رہنے کا کوئی حق نہیں ۔ جب بندر اپنی ذاتی قوت و جد وجہد سے ارتقائی وادیوں میں سے کودتا ہوا اچھلتا ہوا نکل کر آیا اور انسان بن گیا تو تخلیق کوئی چیز نہ رہی ۔ اور جب تخلیق ہی کوئی چیز نہ رہی تو خالق کا وجود بھی ذہنوں سے خارج ہو گیا اور خدا کا انسان کو "اپنی صورت" پر پیدا کرنے کا صحیح مفہوم ہی جاتا رہا تمام مذاہب کی جڑیں کٹ گئیں ، اور اخلاق حسنہ دنیا سے رخصت ہو گئے ان خیالات کے عالمگیر ہو جانے سے دنیا میں بڑی ابتری پھیل گئی اور دنیا کے چین و امن کو اس منحوس فلسفی سے سخت صدمہ پہنچا ۔ سر فلیمنگ کا بیان ہے کہ بہت سے قابل اور عمیق نظر رکھنے والے غور وخوض کرنے والے لوگ انفرادی طور پر سر فلیمنگ کی اس رائے سے متفق ہیں کہ ڈارون

کا یہ فلسفہ ارتقا ہی یورپ کی گذشتہ جنگ عظیم کا باعث ہوا۔"

ارتقار کا یہ جنون آج کل اہل یورپ پر اس درجہ مسلط ہے کہ وہ لوگ مذہب کو بھی اسی فلسفہ دہریت کے معیار سے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مذہب چونکہ انسانی تخیلات و توہمات کا نتیجہ ہے اس لیے انسان کی دماغی ترقی کے ساتھ ساتھ مذہب میں بھی تغیر واقع ہوتا رہتا ہے۔ وہ لوگ اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ مذہب وحی الٰہی کا نتیجہ ہے اور اس میں ترمیم و تنسیخ کا حق کسی بندہ کو حاصل نہیں۔ متقدمین و متاخرین کی مذہبی تحریروں میں صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہوتا ہے۔ زمانہ مابعد کے لوگ زیادہ تفصیل کے محتاج ہوتے ہیں بمقابلہ زمانہ ماقبل کے لوگوں کے۔ اس تفصیل کو اہل یورپ عام طور پر اضافہ اور ترقی اور مذہب کے ابتدائی رنگ کو بدل دینے کے نام سے پکارتے ہیں حالانکہ یہ ان کی غلطی ہے

کوئی مذہبی گروہ یورپ کے اس معیار کو قبول نہیں کر سکتا نہ کسی مذہبی گروہ کے نزدیک یورپ کا یہ نظریہ درست ہے کہ انسان کی ابتدا پستی وجہالت و وحشت سے ہوئی۔ نہ اس بات کو تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ مذہب انسانی توہمات کا نتیجہ ہے۔ جملہ آسمانی مذاہب باختلاف الفاظ اس عقیدہ کی اصل پر متفق ہیں کہ ابوالبشر اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے جن کی تخلیق براہ راست اللہ تعالیٰ نے فرمائی علم حقائق و عرفان واسمار وصفات کی تعلیم براہ راست حق تعالیٰ سے ان کو حاصل ہوئی۔ اخلاق حسنہ کا اپنی اولاد کے لیے وہ نمونہ بنے۔ اور انہوں نے ان جملہ امور کی تعلیم اپنی اولاد کو دی۔ امتداد زمانہ سے جب اس تعلیم کے اثرات ضعیف ہوگئے اور لوگ سیدھے راستہ سے بھٹک گئے اور ان میں خرابیاں پیدا ہوگئیں اور اپنی ابتدائی حالت سے وہ گر گئے تو ان کی اصلاح کی غرض سے ان حالات میں وقتاً فوقتاً اولاد آدم ہی میں سے پیغمبر مبعوث ہوتے رہے بھگوت گیتا میں بھی کرشن جی مہاراج کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ:—

"اے گناہوں سے بری! ابتدا ہی سے ہم نے اس دنیا کو عبادت کے دو طریقے دے رکھے ہیں، علم برائے گیان دھیان اور عمل برائے عمل کنندگان بغیر عمل کے کوئی اطلاق

تک نہیں پہنچ سکتا اور ترک عمل سے کوئی کامل نہیں ہو سکتا" (۴ و ۳ ، ۲) ۔

دوسرے موقع پر فرماتے ہیں کہ :۔

"اے بھارت کی اولاد! جب کبھی دھرم کا زوال اور بے دھرمی کی زیادتی ہوتی ہے تو ہم صورت (انسانی) میں ظہور فرماتے ہیں تا کہ نیک عمل کرنے والوں کی حفاظت کریں۔ اور بدکاروں (کی بدکاریوں) کو فنا کر دیں (اور اس طرح) ہمارا ظہور ہر زمانہ میں ہوتا رہتا ہے"۔ (۸ و ۷ ، ۴) ۔

بحث مندرجۂ بالا سے اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ ہندو دھرم کی کتابوں کے متعلق ہم اپنے ان مضامین میں اہل یورپ کی "مذہبی تحقیقات" اور ان کے نتائج افکار سے افسوس ہے کہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکیں گے۔ توریت و انجیل کی بحث میں بھی ہم نے اُن ہی پُرانے عیسائی محققین کے اقوال پیش کرنے پر قناعت کی جو اپنے ہم مذہبوں کے نزدیک دل سے مذہبی ہونے کی شہرت رکھتے تھے۔ کیونکہ مذہب کے معاملہ میں اہل مذہب کی نگاہ میں ان ہی لوگوں کے اقوال کی کچھ وقعت ہو سکتی ہے جن کے دلوں میں مذہب کا احترام ہو اور جن کے متعلق یہ بات قیاس میں بھی نہ آ سکتی ہو کہ وہ اپنے مذہب کو بدنام کرنے کے لیے کذب بیانی سے کام لیں گے۔ افسوس کے ساتھ اس کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ آجکل دہریت کا رنگ لوگوں پر اس قدر غالب ہے کہ عوام تو ایک طرف بعض پادریوں کے متعلق بھی اطمینان نہیں ہو سکتا کہ وہ سچے دل سے عیسائی ہیں یا اپنے منصب اور عہدہ اور تنخواہ کی خاطر عیسائی بنے ہوئے ہیں اس لیے ہم نے توریت و انجیل کے معاملہ میں بھی جدید مصنفین کے اقوال پر اعتماد کی روش کو محفوظ نہ سمجھا۔ ہاں اگر مذہب اور لامذہبی کے درمیان مقابلہ ہوتا تب البتہ ہم ان لوگوں کے اقوال پر غور کرنے کی ضرورت محسوس کرتے۔ اسی اصول کی پابندی میں ہم ہندوؤں کی کتب مقدسہ پر تنقید کے سلسلہ میں محققین یورپ کے اُن اقوال پر تو غور کریں گے جو تاریخ اقوام یا تاریخ زبان سنسکرت یا آثار قدیمہ کی جدید معلومات سے متعلق ہوں مگر مذہب اور مذہب کے

ارتقائی تعبیرات پر جو کچھ ان لوگوں نے طبع آزمائی کی ہے اس سے حتی الوسع اجتناب کریں گے ۔

یہاں پھر ہم اسی بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ جملہ مذاہب کی چھان بین کے لیے اس وقت تک کوئی معیار اسلامی معیار سے بہتر ہمارے ہاتھ نہیں آیا۔ مگر باوجود ان تمام آسانیوں کے جو اسلام نے اس معاملے میں ہمارے لیے مہیا کی ہیں جو کام اب ہمارے درپیش ہے وہ نسبتاً کسی قدر مشکل ضرور ہے۔ توریت و زبور و انجیل کے آسمانی کتابیں ہونے کی شہادت قرآن نے دے دی ہے۔ اس لیے ان کتابوں پر تنقید ہمارے لیے آسان ہو گئی لیکن ہندوستان کے نہ کسی نبی کا نام قرآن نے ہمیں تبلایا نہ کسی صحیفہ سماوی کے نزول کا ذکر بتعین ہمارے لیے کیا اس لیے ہماری تحقیقات کا میدان ذرا وسیع ہو گیا ہے۔ باوجود ان مشکلات کے جن کا ہم کو مقابلہ کرنا نہایت ضروری ہے اسلام نے یہ بہت بڑی آسانی ہمارے لیے فراہم کر دی کہ قرآن نے ایک کلیہ ہمارے لیے قائم کر دیا ہے کہ خدا کی ہدایت سے کوئی قوم محروم نہیں رکھی گئی قرآن کی مندرجہ ذیل آیات اس کلیہ کی تائید کے لیے کافی ہیں:۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۔ (۱۰ : ۵) "اور ہر امت کے لیے ایک رسول (گذرا) ہے"

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۔ (۱۳ : ۱) "ہر قوم کے لیے ہادی مقرر ہوتے چلے آئے ہیں۔"

پھر یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ ان میں سے صرف بعض کا حال بیان کیا گیا ہے۔ سب کا نہیں:۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (۴ : ۲۳) "اور ایسے پیغمبروں کو صاحب وحی بنایا جنکا حال اس کے قبل ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں اور آیسے پیغمبروں کو بھی جنکا حال ہمنے آپ سے بیان نہیں کیا"

ان ہادیان برحق کے متعلق اصولی معلومات جو قرآن سے ہمیں حاصل ہوئی ہیں حسب ذیل ہیں:

وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ (۲۱ : ۱) "اور ہم نے آپ سے قبل صرف مردوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا"

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰی (۱۲-۱۳)

"اور ہم نے آپ سے قبل جتنے رسول بھیجے وہ صرف مرد ہی تھے اور شہروں کے رہنے والے تھے۔"

یعنی کبھی کسی فرشتے کو یا دیوتا کو یا دیوی کو یا عورت کو یا جن کو پیغمبر بنا کر نہیں بھیجا اور جسے پیغمبر بنا کر بھیجا وہ جنگلی پہاڑی وحشی دیہاتی یا کسی مبتذل طبقہ کا شخص نہ تھا بلکہ اعلیٰ طبقہ کے مہذب و متمدن شہریوں میں سے تھا۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ (۱:۱۴)

اور ہم نے جملہ پیغمبروں کو ان ہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا تاکہ انھیں سمجھا سکیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو صحف سماوی جس قوم پر نازل ہوئے وہ اسی زبان میں نازل ہوئے جو کہ اس قوم میں بولی جاتی تھی اور بہ آسانی سمجھی جاتی تھی اور ہر صحیفہ سماوی اس غرض سے نازل ہوا کہ عام طور پر سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے نہ یہ کہ وہ چیستان اور معمہ بنا کر بھیجا گیا ہو کیونکہ ہدایت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس ہدایت کو بہ آسانی سمجھ سکیں اور اُس سے فائدہ اٹھائیں۔

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (۴۰:۸)۔

"اور کسی رسول کو یہ اختیار نہیں کہ کوئی آیت بغیر حکم الٰہی کے لے آوے۔"

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّیَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ (۶:۱۳)

اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیے اور کسی پیغمبر کے اختیار میں یہ امر نہ رکھا کہ ایک آیت بھی بلا اذن اللہ کے لائے ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی جس حکم کو چاہتا ہے اسے موقوف کر دیتا ہے اور جس حکم کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور ام الکتٰب (تمام کتابوں کی جڑ) اُسی کے نزدیک ہے

معلوم ہوا کہ جو پیغمبر بھیجے گئے وہ عام طور پر عوام الناس کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے اور ان ہی کی طرح بیوی بچے بھی رکھتے تھے، کھاتے پیتے بھی تھے، بیمار بھی ہوتے تھے، صحت بھی پاتے تھے، مثل دیگر انسانوں کے وہ بھی انسان ہوتے تھے۔ صرف خدا کی طرف سے پیغام کے پہنچانے والے ہوتے تھے اور اللہ ہی کے حکم سے جملہ احکام شریعت نافذ کرتے تھے۔ انھیں اپنی طرف سے کسی جدید حکم کے دینے یا پرانے حکم کے منسوخ کرنے کا اختیار نہ ہوتا تھا۔ ہر زمانے کے مناسب خاص خاص احکام ہوا کرتے ہیں جو اوامر و نواہی سے متعلق ہوتے ہیں اور ان میں ترمیم و تنسیخ اللہ تعالیٰ ہی فرمایا کرتا ہے کیونکہ جس حکمت پر وہ اور جملہ ادیان کی ہدایات مبنی ہوتی ہیں ان کا علم اسی کو ہوتا ہے کسی اور کا اس میں دخل نہیں اور کسی اور کو حق حاصل نہیں کہ خدا کی اتاری ہوئی شریعت میں اپنی طرف سے رد و بدل کرے بس پیغمبر اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی شریعت کا شارح اور سمجھانے والا اور تعلیم دینے والا ہوتا ہے اور اس خدمت کو بھی وہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے تحت میں انجام دیتا ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (۱۶:۵)

"اور تحقیق ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں (اس تعلیم کے لیے کہ لوگو تم خاص) اللہ ہی کی عبادت کرو اور غیر اللہ کی عبادت سے بچتے رہو۔"

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (۲۱:۲)

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اس لیے میری ہی عبادت کیا کرو۔"

وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِن دُونِ الرَّحْمَٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ۔ (۴۳:۴)۔

"اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجیے کہ کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا دوسرے معبود بھی ٹھیرائے تھے۔"

ان آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ہر امت کے لیے جو پیغمبر مبعوث ہوئے انہوں نے توحید ہی کی تعلیم اپنی امت کو دی، شرک سے منع کیا، اور غیر اللہ کی عبادت سے سختی سے روکا یعنی ہر مذہب کی بنیاد توحید پر ہے اور مذاہب کے بنیادی اصول کا یہ وہ مسئلہ ہے جس میں کبھی کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا۔ جن امور میں مناسبت زمانہ سے حق تعالیٰ کی طرف سے ترمیمات ہوتی رہی ہیں وہ سب فروعی ہیں عقائد اور بنیادی اصولوں میں کبھی کوئی تغیر نہیں ہوا چنانچہ ہمارے ہاتھ ایک بڑا معیار یہ آگیا کہ جو مذہب جتنا توحید سے قریب ہے وہ اپنی اصلی ابتدائی صورت سے اتنا ہی قریب ہے اور جو مذہب توحید سے جتنی دور جا پڑا اس کو صداقت سے اتنا ہی بعد ہو گیا۔ (باقی)

مرآۃ المثنوی

جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم اے رکن دار الترجمہ

مثنوی مولانا روم کا بہترین ایڈیشن جس میں مثنوی شریف کے منتشر مضامین کو ایک سلسلہ کے ساتھ اس طور پر مرتب کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا مولانا کے مدعا اور ان کی تعلیم کو بڑی آسانی سے سمجھتا چلا جاتا ہے کئی انڈکس اور فہرستیں بھی ہیں جنکی مدد سے آپ حسب منشا جو شعر چاہیں نکال سکتے ہیں۔ ایک بسیط فرہنگ بھی ملحق ہے۔ غرض یہ کہ کتاب نے مثنوی شریف سے فائدہ اٹھانے کے لیے سہولت مہیا کر دی ہے کہ ایک شخص بڑی آسانی سے کتاب کے مطالب پر عبور حاصل کر سکتا ہے

کاغذ کتابت طباعت بہترین جلد نہایت اعلیٰ قیمت عمہ انگریزی۔ للعہ سکہ عثمانیہ

دفتر ترجمان القرآن سے طلب کیجئے